

تہذیبوں کے عروج و زوال میں علم کا کردار

انسان کی قسمت علم سے وابستہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیوی و اخروی کامیابی و صلاح کا مدار علم پر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی معرفت کے علم کے ساتھ علم الاسماء یعنی کائناتی علم سے بھی سرفراز فرمایا جو بھی قوم کائنات کی ماہیت و حقیقت اور اس کے استعمال کے طریقوں سے زیادہ واقفیت رکھے گی دنیوی نظام و اقتدار ان کے حوالے کیا جائے گا یہی ہمیشہ ضابطہ خداوندی یا سنت اللہ رہی ہے۔

تشریحی و تکنیکی دونوں علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے انسانوں کو عطا کئے اللہ کا آخری پیغام (قرآن) دونوں علوم سے بھرپور ہے دونوں علوم کی اہمیت سینکڑوں آیات سے ہویدا ہے پیغمبر اسلام ﷺ نے علم کو ایک وحدت کے طور پر دیا اور آپ کی تربیت کردہ جماعت نے دونوں علوم میں سرفرازی حاصل کی۔ کائناتی نظام کو احسن طریقہ پر چلانے میں حضرت عمرؓ کی اولیات اور معاصر اقوام پر غلبہ کے لئے عصری ٹیکنالوجی میں سبقت دور عثمانی کے بحری بیڑے سے ظاہر ہے جس نے 654ء میں اس دور کی سب سے بڑی سپر پاور (سلطنت روما) کے بحری بیڑے کے تمام پانچ سو جہاز ایک دن میں بحر روم میں غرق کر کے بحر روم سے 800 سالہ رومی تسلط ختم کر کے اس پر مسلمانوں کی حکمرانی قائم کر دی۔ اس کے بعد اسلامی بحری طاقت کو صدیوں تک کوئی قوم چیلنج نہ کر سکی۔

دور خلافت راشدہ کے بعد اسی سالہ اموی دور میں مسلمان افریقہ وسط ایشیا یورپ کی فتوحات و استحکام کے ساتھ اس دور کے تمام کائناتی و عصری علوم و فنون میں اقوام عالم سے سبقت حاصل کر چکے تھے کہ مامون الرشید کے دور میں اقوام عالم کے پاس موجود انسانی تجربہ و تحقیق پر مشتمل کائناتی علوم کے یونانی، سریانی، سنسکرت اور لاطینی زبان سے اس قدر سرعت سے عربی میں تراجم ہوئے جو بعد کے ہزار سال میں نہ ہو سکے۔

نزول قرآن سے جن علوم کا چرچا شروع ہوا جلد ہی قاہرہ، سسلی، طلیطہ، قرطبہ ان علوم کے مرکز بن گئے دنیا کے کونے کونے سے کتابیں ان مراکز میں پہنچنے لگیں۔ یونان، مصر، ہندو چین کے تمام علوم آٹھویں صدی عیسوی تک عربی میں منتقل ہو چکے تھے مسلمانوں نے ان علوم کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ انہیں عصری طور پر قابل فہم بنایا۔ یہ علوم جو

مبادیات کے درجہ میں تھے انہیں ارتقاء کے منازل طے کرائے تاریخ انسانی میں مسلمانوں سے قبل کسی قوم کو کوئی نوع انسان کے علوم کے تمام جوہر کسی ایک زمانہ میں مختل کرنے کا افتخار حاصل نہ ہو سکا تھا۔ مغرب کی سرحدوں پر ان علوم کے دو بڑے مراکز تھے ایک قرطبہ دوسرا سلی۔ ان مراکز سے یورپ میں علوم کی مشام جانفزا پہنچنے لگی ہے۔ یاد رہے سلی ابتداء میں تیسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں کے زیر نگین رہا اس لئے یورپ میں سب سے زیادہ علوم سلی کے ذریعہ مختل ہوئے پھر اسیں میں ہزار ہا سال کے انسانی تجربات اور سائنسی علوم کو آگے بڑھانے کے لئے بکثرت یونیورسٹیز، تجربہ گاہیں اور رصد گاہیں قائم ہوئیں جو دنیا کے کائناتی علوم میں بے انتہاء اضافہ کا سبب بنیں تقریباً چھ سو سال تک مسلمان دنیا بھر کی اقوام سے کائناتی علوم و سائنس میں فائق رہے۔

جب چین علوم و فنون سے جگمگا رہا تھا یورپ وحشت و جہالت کے تاریک دور (Dark) میں تھا جب چین میں علوم و فنون کی شاندار جامعات تھیں یورپ میں علوم کے ابتدائی مدارس بھی ناپید تھے جب اسپین کی شخصی لائبریریوں میں لاکھوں کتب تھیں یورپ کے بادشاہوں کی لائبریریوں میں گنتی کی کتب ہوتی تھیں۔ یورپ کے غیر فطری موسم کی طرح ان اقوام کا مزاج و نفسیات بھی ہمیشہ انتہا پسندانہ اور وحشت و بربریت کا شائق رہا۔ خونریزی و دہشتگردی اور سازشیں ہمیشہ ہی یورپ کی فطرت ثانیہ رہی ہیں۔ چین میں یمن و حجاز کے قبائل کے مابین مصیبت جالبہ کی خانہ جنگی نے چین سے عرب سلطنت اکھاڑ چھیننے کا موقع یورپ کو فراہم کر دیا اس طرح چین سے طبعیاتی (سائنسی) اور دیگر کائناتی علوم کی ترقیات کی بساط لپیٹ دی گئی۔

چین کی تباہی کے ساتھ ساتھ تاریخوں کے ہاتھوں بغداد کی خلافت عباسیہ اور عالم اسلام کے بڑے حصے کی تباہی و بربادی نے مسلمانوں کے علوم و فنون اور تہذیب کو زوال پذیر کر دیا اگرچہ جلد ہی تاریخی نسل نے اسلام قبول کر کے اپنی شمشیر خارا شگاف سے مشرقی رومن امپائر کے بڑے حصے کو فتح کر کے مشرقی کرپین کپٹل قسطنطنیہ بھی فتح کر لیا۔ تاریخوں کا پس منظر جگمگایا نہ تھا وہ اسلام کے بازوئے شمشیر زن تو بن گئے مگر عربوں کے تجرباتی و سائنسی علوم کے وارث نہ بن سکے۔

جب تک ترکوں اور مشرقی بازنطینی سلطنت روما کے درمیان جنگ رہی رومن امپائر (پوپ) مشرقی عیسائیت سے شدید نفرت و عداوت کی بناء پر خاموش تماشا بنی رہی لیکن جب ترکی افواج نے یورپ کے مشرقی ممالک کو فتح کرنا شروع کیا تو یورپ (مغربی سلطنت روما) اور وینس کے پوپ و پادریوں نے اسلام اور مسلمانوں کے مکمل خاتمہ تک اعلان جہاد کر کے اپنی ساری طاقت صلیبی جنگوں میں جموٹک دی اگرچہ سقوط چین اور تاریکیوں کی یلغار کے بعد عالم اسلام میں علوم و فنون کا زوال شروع ہو گیا تھا مگر اب بھی علوم میں وہ یورپ سے بہت فائق تھا یورپ کی شروع کردہ صلیبی جنگیں یورپ و مسیحیت کی مکمل شکست پر منتج ہوئیں ان جنگوں میں یورپ نے مسلمانوں کی علمی

برتری کا مشاہدہ کر لیا تھا چنانچہ شکست کے اسباب پر غور و خوض اور اسلام اور مسلمانوں کے مکمل استحصال کے لئے کسی نئے لائحہ عمل کی تلاش میں مغرب کے مذہبی پادری و سکالر اور حکمران سر جوڑ کر بیٹھے۔

تیرہویں صدی عیسوی (1270ء) میں شاہ فرانس نہم نے جسے مصر میں گرفتاری کے بعد تیونس پر حملہ میں مکمل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا مرتے وقت وصیت نامہ میں لکھا کہ ہم عرصہ سے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں شدید جنگوں کے باوجود ہم غالب نہیں آ سکے کیونکہ مقابلہ کے وقت مسلمانوں میں ایسا بذبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا مقابلہ مشکل ہے اس لئے اب ہمیں دوسرے وسائل و اسباب اختیار کرنے چاہئیں اور اس کی یہی تدبیر ہے کہ جنگ کو عسکری محاذ سے علمی و روحانی محاذ پر منتقل کر دیا جائے۔ یہ وصیت نامہ آج بھی پیرس میں محفوظ ہے جس میں چار نکاتی پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ (۱) مسلمان قائدین میں پھوٹ ڈالنا۔ (۲) کسی راسخ العقیدہ صحیح فکر و عمل والی جماعت کو منظم نہ ہونے دینا۔ (۳) مسلم معاشرے کو بے حیائی، اخلاقی انارکی اور رشوت و غیرہ کے ذریعہ کھوکھلا کرنا۔ (۴) غزہ (فلسطین و اسرائیل) سے انطاکیہ تک وسیع و متحد یورپین امپائر قائم کرنا۔

چنانچہ شہنشاہ فرانس کی وصیت کی روشنی میں محاذ جنگ کو اسلحہ سے علم کی طرف موڑنے کا کام شروع ہوا اس سلسلے میں سب سے اہم پیش رفت اس وقت ہوئی جب یورپ کا سب سے بڑا سائنس دان راجر بیکن (Roger Bacon) اور طلیط (Toledo) کا رئیس الاساقفہ (آرچ بپشپ) ریمند لول (Ramandlull) نے رومن پوپ سے (جو تقریباً 700 سال سے عملاً یورپ کا حکمران تھا) طویل مذاکرات و مباحثوں کے بعد عربی زبان اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے علوم (کائناتی و سائنسی) کو حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پوپ کو شروع میں تردد تھا کہ کہیں عربی زبان اور علوم کی راہ سے مسلمانوں کا تمدن اور مذہب نہ سراپت کر جائے۔ بڑی رد و قدح کے بعد ان سکالرز نے پوپ کو اطمینان دلایا کہ مسلمانوں سے علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ ہم اسلام کو نسخ کرنے اور اسلام کی نفرت انگیز و دہشت گردانہ تصویر بنانے کا کام بھی ساتھ ہی کریں گے۔ تب پوپ نے ایک عظیم مشن کے طور پر اسلامی علوم و فنون سیکھنے اور ان علوم میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کے کام کی اجازت دی۔

اقوام عالم کے درمیان جنگ کا فیصلہ کن پہلو ہمیشہ علمی رہا ہے شکست کھا جانے والی اقوام کیلئے دوبارہ غلبہ و عروج کی راہ صرف علم کی شاہراہ سے گزرتی ہے دوسری عالمگیر جنگ میں جاپان پر امریکی فتح و حقیقت امریکہ کی سائنس و ٹیکنالوجی کی فتح تھی اس بھیا تک شکست کے بعد جاپان نے شکست کے حقیقی اسباب یعنی علم اور سائنس پر توجہ مرکوز کر کے علوم فطرت میں پیش رفت جاری رکھی۔ نصف صدی کے اندر اندر اس چھوٹے سے جزیرے نے دنیا کی سب سے بڑی امپائر کو پیچھے دھکیل دیا اب امریکہ کے لئے ممکن نہیں رہا کہ وہ جاپان کو نظر انداز کر سکے علم نے مفتوح کو فاتح پر برتری دلوا دی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں عربوں سے ملنے والے علمی ورثہ نے عثمانیوں (ترکوں) کو اس قابل بنادیا تھا کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی سیاسی و عسکری طاقت (رومن امپائر) کا سامنا کر کے اسے شکست دے سکیں مگر ان سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے صرف عسکری قوت پر تکیہ کیا علمی ورثہ کو آگے بڑھانے پر توجہ نہیں دی کیونکہ ترکوں کا ماضی محض عسکری تھا وہاں کوئی علمی روایت نہیں تھی۔ انہیں احساس اس وقت ہوا جب بہت دیر ہو چکی تھی ایک طرف مغرب علم میں بہت آگے بڑھ گیا تھا دوسری طرف مسلمانوں نے دوسروں سے علم اخذ کرنے کی صلاحیت کھودی تھی علم سے استفادے کے لئے دست نظر ضروری ہے۔ جابر بن حیان کا قول ہے ”علم میں اضافے نیز نئے نئے انکشافات و ایجادات کیلئے انسان کے سامنے کوئی حد نہیں“ اسے چاہیے کہ وہ تمام کائنات کے اسرار منکشف کرنے کی کوشش کرے اور یہ کہ اس عالم سے ماورائی جو اسرار ہیں ان سب کو منکشف کرنے کی اسے صلاحیت عطا کی گئی ہے“

اسی طرح القانون مسعودی کے مقدمہ میں مسلم دنیا کی سب سے بڑی علمی و سائنسی شخصیت البیرونی کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ”میں نے وہی کیا جو ہر انسان کو اپنے فن میں کرنا لازم ہے یعنی انگوں کے اجتہادات و انکشافات کو ممنونیت کیساتھ قبول کرے اور جو کچھ اس فن میں اسے سوجھے اپنے بعد کے زمانہ میں آنے والوں کیلئے محفوظ کر جائے۔“

برطانیہ کے سب سے بڑے مورخ آرنلڈ ٹوٹن بی نے اعتراف کیا کہ یونان و روم کے علم الاہنام (بت پرستی) نے علم کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا اس نے مظاہر قدرت کو معبود (دیوی دیوتا) بنا کر تجربہ اور سائنس کا باب بالکل بند کر دیا۔ انسانیت پر علوم و سائنس کا دروازہ قرآن کے انقلابی نظریہ توحید نے کھولا اس انقلابی نظریہ نے مظاہر قدرت کو معبود کے مقام سے اتار کر ادنیٰ مخلوق اور انسان کو اشرف مخلوق کے درجہ میں رکھا اسی طرح مظاہر قدرت و اشیائے کائنات پرستش کے بجائے تسخیر اور فائدہ اٹھانے کی چیزیں بن گئیں، یہی بات انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (1984) کے مقالہ نگار نے لکھی۔ ”یونانی علوم کا رومنوں کی بے توجہی سے خاتمہ ہو گیا تھا دوبارہ یورپ کو یہ تمام علوم عربوں اور عربی کتب کے واسطے سے طے عربوں نے ان علوم میں بیش بہا اضافہ کر کے واپس کیا اس طرح یورپ میں سائنس کے احیاء کا دور شروع ہوا۔“

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ یورپ نے عربوں سے اکتساب علم اور عربی کتب کے ترجمے صلیبی جنگوں سے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے شروع ہو گئے تھے۔ یہ عمل صدیوں تک مسلسل جاری رہا انکے مراکز ہسپانیہ سسلی (اٹلی) اور پیرنطہ (ترکی) رہے، چنانچہ فرانس کا مشہور مورخ مسیو لیبان اپنی کتاب ”تمدن عرب“ میں لکھتا ہے ”عربی اور اسلامی علوم صلیبی جنگوں سے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے اندلس و سسلی کے ذریعے پہنچے۔ البتہ اس میں تیزی بارہویں صدی میں پوپ راجر بیکن اور ریمندل کے منظم منصوبہ کے بعد آئی۔“

1130ء میں طلحہ کے آرج بشپ ریمندل (Remandlull) کی سرپرستی میں عربی سے لاطینی مترجمین کا

ادارہ قائم ہوا۔ جس نے مختلف فنون کی عربی کتب کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔ "یاد رہے کہ 1086ء میں طلیط (Toledo) کے سقوط کے بعد طلیط کے نادر کتب خانے عیسائیوں کے قبضے میں آئے۔ عیسائی قبضے کے بعد بھی بدستور عربی زبان کا چلن رہا طلیط کے آرچ بپش ریمینڈل (1115-1126) نے ایک دارالترجمہ قائم کیا جو عربی سے لاطینی میں تراجم کے فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ دارالترجمہ تقریباً ایک صدی تک کام کرتا رہا اس میں مسلم علماء یہودی مترجمین اور مغربی اہل قلم سب ہی ملازم تھے اس ادارے کا سربراہ ایک اطالوی جراد آف کریمونا (Gerard of Cermona) تھا جس نے کم از کم 71 نادر کتب کا ترجمہ کیا۔ اس عہد میں فلسفہ، ریاضی، طب کے علوم کو خصوصیت کے ساتھ مغربی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ ریمینڈل نے کلیسا کو دعوت دی کہ علوم شرقیہ کے مطالعے کو علمی و روحانی صلیبی جنگ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے یہی کام روجر بیکن نے کیا۔

مغرب نے ان مجالس و مباحثوں میں اپنی کمزوریوں کی تشخیص کر لی تھی اور وہ دشمن (مسلمانوں) کی برتری کے راز معلوم کر چکے تھے اس کمزوری کو رفع کرنے اور دشمنوں پر برتری حاصل کرنے کا جامع منصوبہ تیار کر کے اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ اسلامی و مشرقی علوم کا گہرا مطالعہ اس جنگی منصوبہ بندی کا اہم حصہ تھا۔ مستشرقین اس علمی و روحانی حروب صلیبیہ کا ہر اول دستہ تھے اس دور میں اس موضوع پر یورپ میں سنجیدگی سے بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئیں اغراض و مقاصد کا تعین ہوا طریقہ کار طے کئے گئے علوم شرقیہ کے باقاعدہ مطالعہ کا دور شروع ہوا جن کا سب سے اہم نتیجہ مقصد تھا عیسائیت کی ترویج اور اسلام کی بکس کئی کے لئے خود کام کیا جائے اور دوسروں کو مواد پہنچایا جائے۔ کلیسا کو یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں اسلام کے تمدنی و مذہبی اثرات مغرب میں نفوذ نہ کر جائیں اس خدشے کے پیش نظر کلیسا نے انہیں کالے علوم کا خطاب بخشا اور اپنی حدود میں ممنوع قرار دیا اور مسلمانوں کے مادی و کائناتی علوم نقل کرنے سے پہلے ان ہتسمہ (اسلامی اثرات ختم کرنا) ضروری سمجھا گیا۔

یہ حقیقت قابل غور ہے کہ 13 ویں صدی عیسوی میں یورپ میں جب علم کا چرچا شروع ہوا اس وقت ان کا مظہر وہ یونیورسٹیز تھیں جو ابتداً صرف انہی شہروں میں قائم ہوئیں جو عربی و اسلامی علوم کے اخذ و اکتساب کے مراکز تھے مغربی مورخین نے بارہا ان جامعات کے قیام کی توجیہ کرنے کی کوشش کی مگر اطمینان بخش توجیہ نہ دے سکے کیونکہ یہ جس انداز میں قائم ہوئیں ماضی میں ان کی کوئی مثال یورپ میں موجود نہ تھی ان کا تصور نہ یونانیوں کے ہاں تھا نہ یورپ کے قرون وسطیٰ میں یہ جدید یونیورسٹیاں اپنے منصوبوں اور تمام اصول و فروغ میں صرف اور صرف اسلامی عربی یونیورسٹیوں کی تقلید پر قائم تھیں۔

عربوں نے انہی اقوام سے علم سیکھنے کا کام اس وقت کیا جب وہ اسلام قبول کر چکی تھیں! اسلام کے زیر نگین آچکی تھیں اس لئے عربوں کے اجنبیوں سے علمی استفادے میں تعصب کا عنصر بالکل نظر نہیں آتا اس کے برعکس مغرب

نے عربوں کو اپنا دشمن و حریف سمجھتے ہوئے ان سے علم اخذ کرنا شروع کیا اس سے ان کے ہاں علمی سرقد رواج پایا کہ مسلم علماء و سائنس دانوں کی دریا فتوں، انکشافات اور ایجادات کا سہرا اپنے بشپوں، پادریوں اور سکالرز کے سر باندھ دیا جائے چنانچہ گیارہویں صدی عیسوی میں ابن عدون (Abn Adon) نے تحریر کیا ”کتابوں کو عیسائیوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کا ترجمہ کر کے اپنے بشپوں (Bishops) سے منسوب کر دیتے ہیں“

عربوں نے شروع ہی سے علم حدیث کی طرح ہر علم میں استاد پر زور دیا، یعنی عرب مصنفین یہ بتانا ضروری سمجھتے تھے کہ یہ علم انہوں نے کس سے لیا جبکہ یورپ میں استاد کا رواج کبھی نہیں رہا خصوصاً لاطینیوں کے ہاں عربوں کی طرح یہ اصول نہیں تھا کہ تصانیف کو ان کے اصل لکھنے والوں سے منسوب کرنا ضروری ہے اس کی سب سے نمایاں مثال خود ریمنڈل اور روجر بیکن ہی ہیں جنہوں نے تمام عمر عربوں سے علوم اخذ کئے بعد میں بہت سی کتب لکھیں جو سب عربی الاصل یا عربوں کی کتب کا ترجمہ ہیں مگر اس کو کہیں ظاہر نہیں کیا۔ ان کا تمام تر اصرار الکندی، ابن سینا، ابن رشد وغیرہ وغیرہ جیسے عرب مؤلفین پر رہا۔ راجر بیکن کو تو پوری طرح عربوں کا شاگرد کہنا چاہیے، یورپ میں اس کی پہچان جن نئی اہم دریا فتوں کے حوالے سے ہوئی یہ سب عربوں کی دریا فتیں تھیں مثلاً راجر بیکن سے علم البہریات میں جو کارنامے منسوب ہیں انکی بنیاد ابن الہیثم کے نظریات پر تھی اسی طرح طب و فلکیات کا علم مغرب کو چین کے مشہور یہودی عالم موسیٰ بن میمون سے ملا جس نے ابن سینا کی القانوں اور مسلمانوں کے دیگر بکثرت علوم کا ترجمہ کر کے دیا دیا رڈ آف ہاتھ (Adelord of Bath) جو مغرب میں جغرافیہ و فلکیات کا بانی سمجھا جاتا ہے اس کی مشہور کتاب (Introduction

to the Astronomy) الخوارزمی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ مغرب کے مشہور مصنف رابرٹ نے الخوارزمی کے الجبرے کے علم کو لاطینی میں منتقل کیا جس کی وجہ سے عربی ہندسوں نے رومن ہندسوں کی جگہ لی اور مغرب میں صفر کا استعمال شروع ہوا جس پر آج کی ریاضی، ٹیکنالوجی اور سائنس کا دار و مدار ہے ورنہ رومن ہندسوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ ریاضی، سائنس، ٹیکنالوجی میں استعمال ہو سکیں۔ ایک عرب عالم کی کتاب المعراج کا ترجمہ الفانسودہم کے لئے کیا گیا۔ 1918ء میں آسن پولاسنس (Asin Polacius) نے یہ تحقیق کر کے مغرب کے علمی حلقوں میں تہلکہ برپا کر دیا کہ داننے کی تصنیف (Divine Commedia) اسی کتاب المعراج کا ترجمہ ہے، ریمنڈل کو 20 سے زیادہ

کتب کا مصنف سمجھا جاتا ہے۔ جدید تحقیق سے واضح ہو گیا کہ یہ سب عربی تالیفات کے ترجمے ہیں اسی طرح موسیٰ بن میمون کی کتاب ”کامل الفاضلہ الطبیہ“ یورپ کے اطباء میں دو سو سال تک اس حیثیت سے مقبول رہی کہ یہ سی قسطنطین کی تصنیف ہے۔ عظیم البرٹس (Albertus Magnus) کو یورپ میں ارسطو کے علوم کا سب سے بڑا عالم و ماہر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ وہ یونانی زبان سے ناواقف تھا اس نے ارسطو کے جو کچھ علوم پیش کئے وہ سب کے سب ابن سینا، ابن رشد وغیرہ کی شروع کا سرقد تھا۔ تاتاریوں کے ذریعے بغداد کے کتب خانوں کی

جائی اور اسکے بعد قرطبہ طلیط کے کتب خانوں کا نذر آتش ہو جانا ایسے عظیم سانحے تھے جس نے علمی سرقوں کی تحقیقات کا امکان ہی ختم کر دیا۔

یورپ میں سرقہ کی یہ رو 16 ویں صدی عیسوی تک برابر چلتی رہی حتیٰ کہ 17 ویں صدی تک مغرب کی تاریخ علوم میں عرب علماء سکالرز کا نام یکسر فراموش ہو چکا تھا چنانچہ بعد والی یورپین سلیس اور سکالرز یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ ان کے پاس جو کچھ علوم ہیں وہ عربوں کے عطا کردہ ہیں بندہ کے نزدیک یہ مغرب کی علمی دہشت گردی ہے کیونکہ اس سب کے لئے سرقہ کا لفظ بہت چھوٹا پڑتا ہے۔

الغرض یورپ 16 ویں صدی عیسوی تک کائناتی علوم و سائنس میں آگے نکل گیا اور اسے عالمی طور پر غلبہ حاصل ہو گیا حتیٰ کہ 16 ویں صدی میں مغل امپائر اکبر اعظم کے دور میں برصغیر کے حاجیوں کے جہاز ان کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت ہمارے علماء و سکالرز اس قسم کی مجالس منعقد کر کے حالات کا معروضی جائزہ لیکر ملت اسلامیہ کو بتاتے کہ یورپ کا عروج درحقیقت علمی و سائنسی ہے یورپ نے یہ علم ہمارے اسلاف ہی سے حاصل کر کے ان میں مزید اضافہ کر کے غلبہ و قوت حاصل کی ہے اس لئے ہمیں ان علوم کو جو ہماری ہی میراث ہے دوبارہ حاصل کر کے مغرب کو علم کے میدان میں شکست دینی ہے تو تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرائی جیسے 13 ویں صدی میں یورپ راجر بیکن، ریمینڈل کے حصول علم کے فیصلے کے بعد یورپ میں دہرائی گئی مگر ہم نے اپنی کوتاہ فہمی سے جہد و مقابلہ کو علمی و سائنسی میدان کے بجائے صرف اسلحی اور ثقافتی و تہذیبی میدان تک محدود رکھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ علم و سائنس میں سبقت کی وجہ سے ہم مغرب سے اسلحی و عسکری طور پر بھی مغلوب بلکہ مکمل محتاجی کے عالم میں ہیں اسی میدان میں مقابلہ کرتے رہے جس میں یورپ کی فتح و کامیابی اور ہماری شکست و جاتی یقینی تھی ہم نے جہد و کوششوں کا رخ علوم کے بجائے یورپ کی تمدن و ثقافت اور معاشرتی خرابیوں کے رد تک محدود رکھا جو آسانی تعلیمات سے محروم اور نفس و خواہشات کے اجراع کرنے والی قوموں کا خاصہ ہے۔

الجزائر کے شیخ عبدالقادر لیبیا کے سیدی احمد شریف سنوی داحقان کے امام شامل سے لے کر افغانستان کے طالبان تک دینی علوم و اصناف کے اعتبار سے بہترین لوگ تھے۔ آج الجزائر، لیبیا، داحقان و افغانستان میں عسکری جہد و جہاد کا نتیجہ سامنے ہے۔ اب کی ضرورت ہے کہ جہد و جہاد کو علمی، سائنسی و تحقیقی محاذ کی طرف بھی موڑا جائے جس طرح 13 ویں صدی عیسوی میں یورپ کے مذہبی سکالرز نے کیا تھا اب ہی مستقبل میں مغرب کی ہم جیتی غلامی سے خلاصی کی امید رکھی جاسکتی ہے ورنہ مزید جاتی و غلامی سامنے ہے۔